بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ

لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ترجمہ: اے ایمان لانے والو ان مولویوں اور پیروں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ انکو اللہ کے راستے سے بھی روک دیتے ہیں۔ (سورۃ توبہ آیت ۳۴)

# ایک استاد و شاگرد کے درمیان دلچسپ مکالمہ

# اور

# اثباتِ توحید کے دلائل کا مواد

شائع کردہ:-

**مسجد توحید تورڈھیر**

تحصیل صوابی ضلع مردان، صوبہ سرحد

Eman-e-Khalis sMs Club

(۱)

رستم (صوبہ سرحد) کے مدرسہ تعلیم القرآن کے استاذ "شیخ القرآن" مولوی عبدالسلام صاحب اور ان کے ایک پرانے شاگرد محمد ہادی ابن داؤد (تور ڈھیر والے) کی طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوتی ہے۔ علیک سلیک کے بعد دونوں، درج ذیل افراد کی موجودگی میں مدرسہ تعلیم القرآن رستم کے ایک بند کمرے میں بیٹھتے ہیں اور ان کے درمیان بات چیت کا آغاز ہوتا ہے:۔

(۱) حاجی محمد مسکین صاحب (۲) حاجی عبداللہ صاحب (۳) حاجی عبدالقہار صاحب (۴) عبدالولی صاحب (۵) عبدالرشید صاحب (جو محمد ہادی صاحب کے قریبی عزیز بھی ہیں) (۶) مولوی عبدالحیٔ صاحب۔ مدرس مدرسہ جماعت اشاعت التوحید والسنۃ (تور ڈھیر) (۷) مولوی عزیزالرحمٰن صاحب۔ سفیر مدرسہ تعلیم القرآن رستم۔ (۸) مولوی عبدالواحد صاحب۔ طالب علم (۹) مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ طالب علم۔

استاد:۔ (شاگرد سے) کیوں؟ کن مسائل میں تم ہم سے اختلاف رکھتے ہو؟

شاگرد:۔ سماعِ موتیٰ، عودِ روح، تعویذ اور دینی امور پر اُجرت وغیرہ سے متعلق۔

استاد:۔ سماعِ موتیٰ اور عودِ روح پر تو اُن لوگوں سے بات کرو جو اِن چیزوں کے قائل ہیں۔ ہم اِن کے قائل نہیں۔ سماعِ موتیٰ کُلّی کے قائلین کو تو ہم کافر و مشرک کہتے ہیں۔ جیسے مولوی احمد اللہ آف ڈاگئی وغیرہ۔

شاگرد:۔ (تھوڑی دیر سوچنے کے بعد، کہ چلئے ع یہاں تک تو پہنچے، یہاں تک تو آئے) اچھا، استاذ محترم! تعویذ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

استاد:۔ ہم قرآنی تعویذ کو جائز سمجھتے ہیں اور غیر قرآنی کو ناجائز۔

شاگرد:۔ مگر جناب! یہ تقسیم (قرآنی اور غیر قرآنی کی) آپ کی خانہ ساز ہے۔

استاد:۔ تعویذ کے شرک ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟



شاگرد:۔ (پورے اعتماد کے ساتھ) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث:

(۱) مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ (جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا) مسند احمد جلد ۴، صـ ۱۵۶

(۲) مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ اِلَيْهِ "جس نے کوئی بھی چیز لٹکائی وہ اسی چیز کے حوالے کر دیا جائے گا۔" ترمذی جلد ۲ صـ ۲۸ (مشکوٰۃ صـ ۳۸۹) اور یہ دونوں روائتیں صحیح ہیں۔

استاد:۔ (قدرے درشت لہجے میں) شَيْئٌ میں تو چادر، رومال اور پستول وغیرہ سب چیزیں آتی ہیں۔ تو کیا کندھے پر چادر و رومال کا رکھنا یا پستول وغیرہ لٹکانا بھی شرک ہے؟

شاگرد:۔ (تحمّل سے) جناب! حدیث میں آتا ہے کہ عیادت کرنے والے تابعیؒ مریض صحابیؓ سے پوچھتے ہیں: أَلَا تَعَلَّقُ تَمِيْمَةً۔ "کیا آپ (بیماری کیلئے) تعویذ نہیں لٹکاتے؟ تو صحابیؓ جواب دیتے ہیں۔" نعوذ باللہ من ذالك" (کہ ہم ایسی بات سے، یعنی تعویذ لٹکانے سے، اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ بات یہاں تعویذ کی ہو رہی ہے۔ نہ کہ چادر، رومال یا پستول کی۔

استاد:۔ اچھا، تم تمیمہ سے کیا معنی لیتے ہو؟

شاگرد:۔ ہر قسم کے تعویذات۔

استاد:۔ تمیمۃ دھاگے اور تار کو کہا جاتا ہے۔

شاگرد:۔ جناب! آپ غلط فرما رہے ہیں۔ دھاگے اور تار کو خیط اور سیر کہا جاتا ہے۔ جس طرح ایک روائیت میں آتا ہے۔ فرأى فی عضدِہٖ سیرًا فقطعہٗ (حذیفہؓ نے اُس مریض کے بازو پر تار بندھا ہوا دیکھا، تو اُسے کاٹ دیا)۔

استاد:۔ (جھنجھلاہٹ سے) تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تمیمہ تعویذ کو کہا جاتا ہے؟

شاگرد:۔ لغات کی کتابوں میں بھی یہی معنی لئے گئے ہیں (یعنی تعویذ)۔

استاد:۔ (تحکمانہ لہجے میں) مثلاً کونسی لغت؟

شاگرد:۔ (نرمی سے) مثلاً فیروز اللغات۔

استاد:۔ (بے اعتنائی سے) فیروز اللغات تو شیعہ نے لکھی ہے۔

شاگرد :۔ یہ سوچتے ہوئے کہ اب عالمانہ مکاری کے ذریعے ساری لغات رد کر دی جائینگی، (مثلاً المنجد۔ غیاث اللغات۔ قاموس وغیرہ۔ ان سب لغات میں تمیمہ کے معنی تعویذ لئے گئے ہیں۔ اور شیخ القرآن "عبد السلام صاحب ضد اور عناد میں آ کر ان سب کو شیعہ اور رافضی قرار دیں گے۔ حالانکہ ایک مشہور عالم دین ہوتے ہوئے ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شیعہ تو ہر قسم کے تعویذ، قرآنی ہو یا غیر قرآنی بلکہ یا علیؓ۔ یا حسینؓ والے تعویذات کو بھی جائز سمجھتے ہیں) استاد کو دوسری طرف لاتا ہے۔ کہ استاد محترم! مشکوٰۃ کے حاشیہ پر تمیمہ کے معنی تعویذ کئے گئے ہیں۔ کیا صاحب مشکوٰۃ بھی شیعہ ہے؟

استاد :۔ (شاگرد کے مندرجہ بالا سوال کو پوری چالاکی سے ہضم کرتے ہوئے) تمیمۃ منکوں کو کہا جاتا ہے۔ پھر جوابی دلیل دی کہ حاشیہ مشکوٰۃ کی یہ بات تو مانتے ہو کہ تمیمۃ تعویذ کو کہا جاتا ہے لیکن دوسری بات نہیں مانتے کہ اسی حاشیہ پر لکھا ہے کہ "جب تعویذ اسماء اللہ سے ہوں تو جائز ہیں"۔

شاگرد :۔ اس وقت بات تعویذ کے معنی کی ہو رہی ہے۔ اس کے جواز یا عدم جواز کی نہیں۔ ویسے تعویذ کا شرک ہونا تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ثابت ہو چکا ہے۔ اور آپ کی یہ دلیل خود آپ پر چسپاں ہو رہی ہے۔

استاد محترم! تمیمۃٌ نکرہ (عام) ہے۔ اس اسم میں عمومیت ہے۔ آپ کیوں مطلق کو مقید اور عام کو خاص بغیر کسی دلیل کے بناتے ہیں؟ جو اصول کے خلاف ہے۔

استاد :۔ (برہم ہو کر) میرے ساتھ علمی بحث کرتے ہو۔ تم میرے شاگرد ہو۔ میرے مقابلے میں تم جاہل ہو۔

شاگرد :۔ سوچ لیجئے۔ آپ ہی کا شاگرد ہوں۔ ویسے میں علم کا دعویٰ نہیں کرتا۔

استاد :۔ (پینترا بدلتے ہوئے) "وَیَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا" کے کیا معنی ہیں؟

شاگرد :۔ (منافقین) تم سے (مومنوں کی مجلس سے) چپکے چپکے کھسکتے ہیں۔ (النور: ۶۳)

استاد :۔ یہی معنی ہیں؟

شاگرد :۔ آپ ہی سے سیکھا ہے۔ صحیح و غلط کی ذمہ داری آپ پر ہے۔



استاد :۔ شاگرد ہوتے ہوئے اس طرح گستاخ بن گئے ہو؟

شاگرد :۔ جناب من! حق کا اظہار کرنا اور حق کیلئے لڑنا گستاخی نہیں۔ یہ آپ ہی سے سیکھا ہے۔

استاد :۔ (زچ ہو کر پینترا بدلتے ہوئے) ڈاکٹر عثمانی کو تم لوگوں نے نبی بنا لیا ہے۔

شاگرد :۔ استاد محترم! یہ بہتان ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی ماننے والا کافر ہے۔ یہ آپ نے بہتان تراشی کی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ادنیٰ امتی ہیں۔

شاگرد، یہ بھانپتے ہوئے کہ اس کا استاد اب اسے اصل موضوع سے ہٹا کر غیر متعلقہ بحث میں الجھانا چاہتا ہے، چوکنا ہو جاتا ہے اور استاد کو اصل موضوع کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ کچھ دیر خاموشی ہوتی ہے۔ کہ اسی اثنا میں شاگرد کے چچا عبد القہار صاحب مولوی عبد السلام صاحب سے مخاطب ہوتے ہیں ۔

"جناب! گذشتہ سال ڈاکٹر عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں تور ڈھیر آئے تھے ۔ ان کے جانے کے بعد رات کو آپ نے تور ڈھیر میں تقریر کی تھی اور دعویٰ کیا تھا کہ تعویذ کے جواز میں آپ کے پاس دو سو دلائل ہیں۔ لیکن آپ نے اس دعوے کے باوجود نہ اس وقت کوئی دلیل پیش کی تھی اور نہ آج میرے بھتیجے کے سامنے ہی کوئی دلیل پیش کر سکے ہیں۔ بلکہ الٹا یہ آپ کا شاگرد تعویذ کے رد میں آپ کو دلائل دے رہا ہے"۔ اس پر شیخ القرآن "عبد السلام صاحب غصے میں آ گئے اور ان سے کہا "چپ ہو جاؤ کتے"! عبد القہار صاحب چونکہ ایسے ماحول سے ناواقف تھے۔ اپنے بھتیجے محمد ہادی صاحب سے مخاطب ہو کر انہوں نے کہا: "دیکھو یہ مولوی (آپ کا استاد) مجھے کتا کہہ رہا ہے"۔ اس پر استاد مولوی عبد السلام صاحب جھٹ سے بولے کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کو کتے کے الفاظ سے یاد نہیں کیا ہے؟ یہ سن کر محمد ہادی صاحب (شاگرد) نے اپنے چچا کو ان الفاظ میں تسلی دی کہ "میرے استاد صحیح کہتے ہیں۔ اللہ پاک نے قرآن میں اس انسان کو جو دین کو چھپا کر اس کے عوض مال بٹورتا ہے، کتا کہا ہے۔ اگر یہ صفت آپ کے اندر موجود ہے تو یقیناً آپ کتے ہیں اور اگر نہیں تو پھر ناراض نہ ہوں: "عاقل را اشارہ کافی است"۔ اب

استاد :۔ (شاگرد سے مخاطب ہو کر) میرے ساتھ مباہلہ کرو۔

شاگرد :۔ بندہ حاضر ہے۔ اٹھیے۔

استاد:۔ خاموش ہے۔

شاگرد:۔ (دوبارہ) اُٹھئے جناب مباہلہ کریں۔

استاد:۔ خاموش ہے۔

شاگرد:۔ (تیسری بار) اُٹھئے جناب! دین اسلام پر غیرت کرنا، جان و مال کو قربان کرنا مومن کا خاصہ ہے۔

اُستاد:۔ اب بھی خاموش ہے۔

شاگرد:۔ (چوتھی بار) اُٹھئے حضرت! آپ نے مجھے مباہلے کی دعوت دی ہے۔ میں تیار ہوں۔ آئیے مباہلہ کریں۔

استاد:۔ (شاگرد کے ماموں سے مخاطب ہوکر) اِس کو یہاں سے نکال دو۔ اِس کے ہوتے ہُوئے، اِس کی موجودگی میں، میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اِس کو یہاں سے نکلنا چاہیئے۔

شاگرد:۔ بہتر جناب! آپ کی مہمان نوازی کا بہت بہت شکریہ! بندہ فساد نہیں چاہتا۔

شاگرد اپنے چچا اور دیگر ساتھیوں سمیت وہاں سے نکل آیا۔ اس وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے، بَدَاَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ ــ اور جس گاڑی سے آئے تھے اُسی کے ذریعہ اپنے گاؤں تور ڈھیر کی طرف روانہ ہو گئے۔

---

## (۲)

اِدھر گاؤں تور ڈھیر میں جلد ہی خفیہ خبر رساں ایجنسی کے ذریعے اپنے حلقے میں مختلف کہانی سُنا دی جاتی ہے۔ عجیب عجیب باتیں سُننے میں آتی ہیں۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ شاگرد (محمد ہادی ابن محمد داؤد) اپنے استاد "شیخ القرآن" مولوی عبدالسلام صاحب سے شکست کھا کر بھاگ آئے ہیں وغیرہ۔ اِس دیدہ دلیری



سے کذب بیانی پر تعجب ہوتا ہے۔ یا الٰہی کیا پُرفتن دَور ہے! سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ قرار دیا جاتا ہے۔ لوگوں کو حقیقت سے واقفیت دلانے کیلئے مسجد توحید تور ڈھیر سے لاؤڈ اسپیکر پر سارا واقعہ محمد ہادی صاحب نے سُنایا، جس پر مخالفین کو بڑی تکلیف پہنچی، چنانچہ انہوں نے بھی لاؤڈ اسپیکر پر بہت شور مچایا۔ چند دنوں بعد اعلان ہوا کہ "شیخ القرآن" خود تور ڈھیر تشریف لا رہے ہیں۔

جمعہ کی رات تھی۔ مسجد توحید تور ڈھیر میں ماہانہ پروگرام تھا۔ جس میں ہمارے صوبائی امیر عمر خطّاب درّانی صاحب کو صلوٰۃ مغرب کے بعد خطاب کرنا تھا۔ لیکن محمد ہادی صاحب کی درخواست پر اس پروگرام کو روک دیا گیا۔ چونکہ دوسری طرف مولوی عبدالسلام صاحب کی تقریر کا پروگرام تھا۔ اسی لئے یہ مناسب خیال کیا گیا کہ ان کو اور ان کے سامعین کو کسی دُشواری کا سامنا نہ ہو اور اس طرح ان کو کسی شکایت کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ ہماری طرف سے خاموشی رہی۔ اگرچہ جماعت اشاعت التوحید والسنّۃ کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا کہ جب کبھی بھی ہمارے امیر ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تور ڈھیر آتے اور مسجد توحید میں خطاب کرتے، یہ دینداری کا دعویٰ کرنے والے اور اشاعتِ توحید و سنّت کے علمبردار رات بھر لاؤڈ اسپیکر پر نہ صرف شور و شغب کرتے بلکہ عام اخلاقیات سے فروتر، انتہائی گندی زبان استعمال کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ مثلاً یہ کہ "ڈاکٹر" کے معنی کیا؟ ڈاک کو ڈاگ بنا کر کہتے، DOG کے معنی کُتّا۔ اور ٹر کے معنی ٹر ٹر کرنا، "یعنی کُتّا ٹر ٹر کرتا ہے"۔ اللہ گواہ ہے کہ یہ ان کے بڑے بڑے اور چیدہ "شیوخ القرآن" وغیرہ کے الفاظ ہیں۔ اس حد تک بد اخلاقی کا مظاہرہ کرنا ان کا معمول رہا ہے۔ راستے میں معصوم بچّوں سے مسجد توحید تور ڈھیر کے قریب اور بازار میں ہمارے خلاف اور "دیوبند، دیوبند زندہ باد" کے نعرے لگواتے۔ بہرحال دنیاوی عزّت و شہرت کے طلبگاروں اور مسلکی دوکان چمکانے والوں کا ہر جگہ یہی انداز ہے، جبکہ دینِ حق کی دعوت دینے والوں اور اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کی لازوال جنّتوں کے حصول کی تمنّا رکھنے والوں کی نظر ہمیشہ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے انداز

کی پیروی پر ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ عشاء کے بعد اُن کا پروگرام شروع ہوا۔ افتتاحی تقریر مولوی عبدالحیٰ صاحب مدرّس "مدرسہ جماعت اشاعت التوحید والسنّہ" کی تھی۔ انہوں نے فرمایا:

"لوگو! یہ ڈاکٹر عثمانی کے ساتھی امام بخاری کو بھی (نعوذ باللہ من ھٰذہ الخرافات) کافر سمجھتے ہیں۔ ابھی یہ کہا تو نہیں ہے، کچھ عرصے کے بعد کہیں گے۔" اس طرح اشاعت التوحید کا حق ادا کرتے ہوئے مولوی صاحب نے آئندہ آنے والے حالات سے لوگوں کو پہلے ہی باخبر کردیا۔ ان کی ساری تقریر اسی نہج پر تھی اور وہ اپنی "اعلیٰ ظرفی" اور "بلند اخلاقی" کا اسی طرح مظاہرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ "شیخ القرآن" مولوی عبدالسلام صاحب کی باری آئی اور مائیک انہوں نے سنبھالا۔ آپ نے تقریباً دو گھنٹے تک خطاب فرمایا اور اپنے پیشرو کی طرح سارا زورِ خطابت ڈاکٹر عثمانیؒ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف استعمال کیا۔ انہوں نے ہم پر یہ الزام (بہتان) بھی لگایا کہ "یہ ڈاکٹر عثمانیؒ اور اس کے ساتھی عذابِ قبر کے منکر ہیں۔"[1]

اس کے بعد انہوں نے اپنے شاگرد (محمد ہادی ابن محمد داؤد) کو سخت سست کہا کہ یہ میرا شاگرد جاہل آدمی ہے وغیرہ اور پھر تعویذ پر بات شروع کی اور مختلف حوالوں سے تعویذ کے جواز کو ثابت کرنے کی کوشش کی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ آخر میں لوگوں کے سامنے اپنی ساکھ اور عزت کو برقرار رکھنے کیلئے یکطرفہ بناوٹی مباہلے کا کھڑاگ رچایا اور کہا: "یا اللہ! جھوٹوں پر تیری لعنت ہو۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین! لوگوں سے کہا آمین کہو۔ انہوں نے آمین کہا۔ اس طرح ان کا خطاب اختتام پذیر ہوا۔ بعد میں مسجد توحید تورڈھیر سے محمد ہادی صاحب نے لاؤڈ اسپیکر پر سورۂ آل عمران کی مباہلہ والی آیت

---

[1] عذابِ قبر کے سلسلے میں ضروری وضاحت اِس تحریر کے آخر میں دیئے گئے ضمیمے میں ملاحظہ فرمائیے۔



تلاوت کرکے اس کی تشریح کی اور وضاحت سے بیان کیا کہ مباہلے کا مسنون طریقہ یہ ہے:-

آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمارے گاؤں میں آئے ہوئے ہیں، ہم آپ کی عزت کرتے ہیں۔ آپ ہمارے گاؤں میں اپنی مرضی سے کوئی جگہ منتخب کریں اور مجھے بتائیں کہ میں آکر وہاں پر آپ سے مباہلہ کروں۔ لیکن جواب ندارد۔ بعد میں پتہ چلا کہ جناب تشریف لیگئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا محمد ہادی صاحب کا اعلان وہاں پر نہیں سُنا گیا۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ پر آج بھی برقرار ہے۔ حالانکہ اس کا چیلنج تو خود "شیخ القرآن" صاحب نے دیا تھا لیکن بات وہیں تک رہی مزید ہمّت نہ کرسکے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ

وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

تین چار دن کے بعد "شیخ القرآن" مولوی عبدالسلام صاحب کے تعویذ کے جواز میں دیئے جانے والے دلائل اور حوالہ جات پر مشتمل تحریر کی فوٹو کاپی مسجد توحید تورڈھیر میں پہنچادی جاتی ہے، جس کا عکس اور محمد ہادی صاحب کی طرف سے دیئے گئے اس کے جواب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اُستاد اور شاگرد کی بات چیت اور بعد ازاں تعویذ کے اثبات اور ردّ اور دیگر ضروری وضاحتوں پر مشتمل اس تحریر کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ متعلقہ علاقوں کے رہنے والے اور دیگر لوگ ٹھنڈے دل و دماغ سے ان کا مطالعہ کریں، قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ان کا موازنہ کرکے غور و فکر کے بعد انصاف کے ساتھ اس کا فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا؟ پھر حق کا ساتھ دیں اور باطل کا ردّ کریں۔ کیونکہ ایک دن اللہ کے ہاں جانا ہے اور وہاں پر اس بات کی جواب دہی ہوگی۔ تو ملاحظہ فرمائیے تعویذ کے اثباتی دلائل اور ان کا ردّ:-

عکس عربی تحریر:-

قوله تعالى لن تنالوا بما لم يحيطوا بعلمه ولما يأتهم تأويله طبوعي ٣٩ ـ

بسم الله الرحمن الرحيم — البحث في تحقيق التميمة والتعويذ والفرق بينهما لغةً ودرايةً بالنقل الصحيح

قال المنكرون من تعلق تميمة فقد اشرك. الحديث الخ فانهم جهال بلا علم لا يعلمون الفرق بين التميمة والتعويذ لاجل ذلك يقولون ان التعويذ من القرآن او غير القرآن شرك، والحال ان التعويذ غير التميمة والفرق بينهما ثابت باللغة العربية الفصيحة، كما قال ابن الاثير في نهايته في اللغة الحديث والاثر في تشريح حديث عبد الله التمائم والرقى من الشرك التميمة جمع وهي خرزات كانت العرب تعلقها على اولادهم يدفعون بها العين بزعمهم فابطلها الاسلام ص١٩٧ وقال في المصنف عبد الرزاق كتاب الحديث قال اخبرنا معمر عن ايوب قال رأيت ابا قلابة كتب كتابا من القرآن ثم غسله بماء وسقاه رجلا بما به يوجع كان من جنس الجنون ج١١ ص١٥٢ قال تفسير روح المعاني وعند سعيد بن مصب يجوز تعليق العوذة من كتاب الله في قصبة ونحوه وقال رخص الباقر في العوذة تعلق على الصبيان مطلقا وكان ابن سيرين لا يرى بأسا بشيء من القرآن يعلق الانسان كبيرا او صغيرا وهو الذي عليه الناس قديما وحديثا وسائر الامصار ج١٥ ص١٤٦ وفي نيل الاوطار شرح المنتقى الاخبار هو كتاب الحديث للشوكاني فيه معنا التميمة قوله التمائم جمع تميمة وهي خرزات كانت العرب تعلقها على اولادهم يمنعون بها العين بزعمهم وابطلها الاسلام الخ ج٨ ص٢٣٩، وقال قرطبي ومن حرمته انه اذا اغتسل بكتابته مستشفيا من سقمه ان لا يصبه على كناسة ولا في موضع نجاسة ولا على موضع يوطأ، وقال روى الليث عن مجاهد هو التابعي وقال المفسرين اذا تاك المفسر عن مجاهد فلا تسئل عن الغير، لا بأس ان تكتب القرآن ثم سقيه المريض وعن نفيه قال من في قلبه قساوة فليكتب يس في جام بزعفران ثم شرب ج١ ص٣١ وفي البرهان الزركشي ونقل سيوطي وغيره من المفسرين عنه وحكى عن الشافعي انه شكى اليه رمدا فكتب اليه في ورقة هذه الاية بسم الله فكشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد والشفاء للذين آمنوا هدى وشفاء الخ فعلق الرجل ذلك فبرئ وكان السفيان الثوري هو من اساتذة البخاري يكتب للمطلقة رقعة تعلق على ستر بطنها اذا السماء انشقت الخ الاية ج١ ص٣٥ وقال مرقات والتمائم جمع تميمة وهي التعويذ التي تعلق على الصبي ثم قال العلامة الطيبي والتعويذ لكن ينبغي ان يقيد بالذي لا يكون فيه اسماء الله تعالى وايات المتلوة والدعوة المأثورة وهي خرزة كانت العرب تعلقها على الصبي لدفع العين بزعمهم ج٨ ص٣٥٩ وقال مصنف ابن ابي شيبة باب الرخصة في القرآن ان يكتب لمن يسقى قال حدثنا ابو بكر قال حدثنا مسكين ابن علي عن ابن ابي ليلى عن الحكم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه قال اذا اعسر على المرأة ولدها فيكتب هاتين الايتين والكلمات في صحيفة ج٧ ص٣٨٦ وفيه حدثنا ابو بكر قال حدثنا هشام عن مغيرة عن ابي معشر عن عائشة انما كانت لا ترى بأسا ان يعوذ في الماء ثم يصب على المريض ج٧ ص٣٨٦ وفيه حدثنا ابو بكر قال حدثنا هشام عن خالد عن ابي قلابة وليث عن مجاهد انهم لم يروا بأسا ان يكتب اية من القرآن ثم يسقى المريض ج٧ ص٣٨٥ وفيه حدثنا ابو بكر قال حدثنا هشام قال حدثنا حجاج قال اخبرني من رأى سعيد بن جبير يكتب التعويذ لمن اتى ج٧ ص٣٩٦ وفيه حدثنا ابو بكر قال حجاج سألت عن عطاء قال ما سمعنا بكراهيته الا من قبلكم من اهل العراق وما من اهل الشعبة ج٧ ص٣٩٧ وفي ص٣٩٦ باب من رخص في تعليق التعويذ حدثنا ابو بكر قال حدثنا عقبة بن خالد عن فضيلة عن ابي عصمة قال سألت سعيد بن جبير عن التعويذ فقال لا بأس اذا كان في اديم وفيه

11

وفيه قال حدثنا ابو بكر قال حدثنا ابن نمير عن عبد الملك عن عطاء في الحائض يكون عليها التعويذ قال ان كان في اديم فلتنزعه وان كان في قصبة انشاءت وضعته وان شاءت لم تضع الخ وايضا في الترغيب والترهيب التميمة انما خرزة كانوا يعلقونها يرون انها تدفع الآفات ج١٠ ص٦٢ و ج٢٠ ص١١٢ وفي ج١٠ ص٤٩ ينفع باذن الله من الجنون والجذام والبرص والحمى يكتب اعوذ بالله بكلمات الله التامات الخ واسمائه كلها العامة رواه الديلمي عن ابي امامة وابو نعيم عن عائشة لا بأس بتعليق التعويذ من القرآن قبل نزول البلاء وبعد نزول البلاء ص٤٣ وايضا فيه التمائم جمع تميمة هي خرزة تعلق على الانسان او خرزة واما المعاوذات اذا كتب فيه القرآن واسمائه تعالى لا بأس بها ص١٠٩ وكنز العمال من كتب يس ثم شرب دخل في جوفه رواه الرافعي عن علي ج١٤ ص٩١ وفي سنن الدارمي ولد ١٨١ كتاب التعويذ للحائض اخبرنا يعلى بن عبيد قال حدثنا عبد الملك عن عطاء في المرأة الحائض في عنقها التعويذ او الكتاب قال ان كان في اديم فلتنزعه وان كان في قصبة من فضة فلا بأس ان شاءت وضعت وان شاءت لم تفعل قيل لعبد الله بن عمر المتوكل بهذا قال والخ وفي مصنفه عبد الرزاق ولد ١١٤ باب العلاقة عن ابن جريج قال قلت لعطاء القرآن كان على امرأته فحاضت او اصابتها جنابة انتزعها قال لا بأس ص٣٤٣ ومختار المختار الصحاح في اللغة من علق تميمة فلا تمم الله له هي خرزة ثم قال واما المعاوذات اذا كتب فيه القرآن واسمائه تعالى فلا بأس بها ص٥٩ وفي فتح المجيد شرح كتاب التوحيد قال المصنف لكن اذا كان المعلق من القرآن فرخص بعض من السلف وبعضهم لم يرخص به ص١٢٧ وفي سنن الكبرى للبيهقي ج٩ ص٣٥١ وقال تيسير العزيز الحميد في معنى التميمة قال منذر انما خرزة كانوا يعلقونها وقال السعادة التمائم جمع تميمة وهي خرزة كانت العرب تعلقها وجه التسمية التميمة من اتم دعويهم كانوا يعتقدون بها التمائم الدواء والشفاء و قال ابن عبد البر اذا عتق في الذي علقها ان انها تدفع العين فاعتقاد ذلك شرك ص١٦ وقال قرطبي حديث تعلق على ستر بن يحيى قال حدثنا المعتمر بن سليمان عن ليث بن سليم عن ابي امامة عن رسول الله انه قال ينفع باذن الله تعالى من الابرص والطيبي والجنون والجذام والبطن والبل والحمى او النفس ان تكتب بزعفران او بمشق عن المصروع اعوذ بالله بكلمات التامة الخ على الصبي ج١٠ ص٣١٦ وقال فيه وقال مالك لا بأس بتعليق الكتب التي فيها اسماء الله على اعناق المرضى على وجه التبرك بها اذا لم يرد بها مدافعة العين ج١٠ ص٣١٩ وفي مجمع البحار والتمائم والرقى من الشرك وهي جمع تميمة وهي خرزة تعلقها العرب على اولادهم وقال انما قال شركا لانهم ارادوا دفع المقادر وفيه الاذى وقال في زاد المعاد قال مجاهد لا بأس ان يكتب القرآن ويسقى المريض ومثله عن ابي قلابة ويذكر عن ابن عباس ص١٣٣ وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده الخ ومجمع البحار ص١٢٤

= كاتب هذه الحروف احقر العباد طالب العلم عبد الواحد حنيف آريت كنزي =

من اللسان شيخ القرآن والحديث مناظر الاسلام فصيح اللسان امير جماعت اشاعت التوحيد والسنة صوبه سرحد باكستان، عبد السلام مد ظله على = فلو مردان ورستم =

سنه ١٤٠٧ هـ يوم الثالث ٥ ١٩٨٧ عيسوى يوم ٢٢ ـ سرطان ٨ سنه ١٣٦٦

# تعویذ کے اثبات میں مولوی عبد السلام صاحب کے دلائل کا رد:

از محمد ھادی ابن محمد داؤد (تور ڈھیر، صوبہ سرحد)

"شیخ القرآن والحدیث، مناظر الاسلام، فصیح اللسان، امیر جماعت اشاعت التوحید والسنہ صوبہ سرحد" مولوی عبد السلام صاحب (رستم والے) تعویذ کے جواز میں اپنے دلائل کا آغاز فرماتے ہوئے ہمارے بارے میں رقمطراز ہیں کہ "یہ تعویذ کے منکرین جو اپنے حق میں) حدیث، "من تعلق تمیمة فقد اشرك" پیش کرتے ہیں، جاہل ہیں، بغیر علم کے۔ تمیمہ اور تعویذ کا فرق نہیں سمجھتے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ قرآنی وغیر قرآنی تعویذ شرک ہے۔ حالانکہ تمیمہ اور تعویذ میں فرق فصیح عربی زبان سے ثابت ہے۔" اس کے بعد نہایہ کا حوالہ دیا ہے کہ "یہ منکے ہیں جن کو عرب کے لوگ نظر سے بچاؤ کیلئے اپنی اولاد کو باندھتے تھے۔" "شیخ القرآن والحدیث" کا سارا زور اس بات پر ہے کہ "تمیمہ" منکے کو کہا جاتا ہے، جو ان کی خام خیالی اور خود فریبی ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ جو لوگ تمیمہ میں قرآنی تعویذ کو شامل کرتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں، حالانکہ اگر تھوڑی دیر کیلئے "دوسروں کو جاہل کہنے والے یہ فصیح اللسان" تعصب، ہٹ دھرمی اور اکابر پرستی سے علیحدہ ہو کر غور فرمائیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسم "تمیمة" کی عمومیت میں کوئی تخصیص نہیں ہے اور یہ اسم "قرآنی وغیر قرآنی تعویذات، منکوں اور گنڈوں سب کو محیط ہے۔ بہر کیف میں اس بحث کو سرِ دست مؤخر کرتا ہوں، پہلے مولوی عبد السلام صاحب کے حوالہ جات، جو انہوں نے تعویذ کے جواز میں تحریر کئے ہیں، کا جواب ملاحظہ فرمائیے:۔

مولوی صاحب مصنف عبد الرزاق کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"قال فی المصنف عبد الرزاق، کتاب الحدیث۔ قال اخبرنا مضمر عن ایوب قال رایت اباقلا با کتب کتابا من القرآن۔ ثم غسله بماء وسقاه رجلا بماء به بوجع کان من جنس الجنون۔ ص ۱۵۲ جلد ۱۱، عبد الرزاق"



عبد الرزاق، مضمر سے، وہ ایوب سے۔ ایوب کہتا ہے کہ میں نے ابوقلابہ کو دیکھا کہ قرآن سے کچھ لکھا پھر اس (لکھائی) کو پانی سے دھویا اور اسے (پانی کو) ایک ایسے آدمی کو پلایا جس کو جنون قسم کے مرض کی تکلیف تھی۔" ملاحظہ فرمائیے "تنازعہ کس چیز میں ہے اور حوالہ کیا دیا جا رہا ہے؟ کسی نے سچ کہا ہے" ملا آں باشد کہ چپ نہ باشد" (ملا وہ ہے کہ چپ نہ رہے)۔ ملا یہ بھی کہا کرتا ہے کہ "تیرے سوال کو سمجھا نہیں لیکن جواب دس لے لو"۔

ہم بفرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ "تعویذ لٹکانا شرک ہے" باقی قرآن کی آیت لکھکر، اُس کو دھو کر پینا مکروہ ہے۔

خیر! اب ان رواۃ کے حالات سُنئیے۔ بحوالہ "الھدایۃ، المزجاۃ لِقرّا المشکوٰۃ" عبد الرزاق بن ھمام۔ ان کی بکثرت تصانیف بھی تھیں، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ کتاب کا پڑھنے والا دھوکہ دیتا تھا۔ بعض علماء ان پر تشیع کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ ص ۹۴۔ گویا تعویذات کو جائز کہنے والے اور ان کو رواج دینے والے بھی اصل میں شیعہ ہیں۔ اب آئیے، اِس میں "ایوب" تبع تابعین میں مجہول الحال یا مستور الحال ہیں، ص ۱۸۔ "ابوقلابہ" علاوہ محدث ہونے کے فقیہہ بھی تھے لیکن باوجود ان خوبیوں کے ناصبیت کی جانب میلان تھا۔ کبار مالکیہ سے منقول ہے کہ "ابوقلابہ" فقہاء تابعین میں سے نہ تھے بلکہ ان کا شمار ناصبیوں میں تھا ص ۱۵۲۔ دیکھ لیا آپ نے؟ یہ قرآن پاک کو لکھ کر پانی میں گھول کر پینا پلانا ناصبیوں کا کام ہے۔

اس کے بعد تفسیر روح المعانی جلد ۱۵ میں سے کچھ ادھورے حوالے دیئے ہیں۔ وہاں ص ۱۴۵ (جلد ۱۵) پر ان کو یہ نظر نہیں آیا۔ "فمنع ذالك الحسن والنخعی و مجاھد" وہاں ان کو ابن المسیب کی بات تو نظر آئی لیکن اسی صفحہ (۱۴۵) پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نظر نہیں آیا، ابوداؤد میں حدیث جابر رضؓ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن النشرہ فقال ھی من عمل الشیطن"

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ روائیت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ (جن

بھوت اُتارنے کے عمل) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "یہ شیطانی عمل ہے"۔ اس کے بعد مجاہدؒ کے بارے میں لکھا ہے "ھوالتابعی وقال المفسرین اذا اتاك التفسیر عن المجاھد فلا تسئل عن الغیر" یعنی وہ تابعی ہیں اور مفسّرین کہتے ہیں کہ جب آپ کو مجاھدؒ سے تفسیر ملے تو پھر کسی اور سے نہ پوچھئے"۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مجاھدؒ تفسیر قرآن کے امام ہیں۔ پھر ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: "لاباُس ان تکتب القرآن ثمّ سقیہ المریض"، کہ قرآن کو لکھ کر (پانی میں گھول کر) مریض کو پلانے میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ اسی تفسیر کی جلد ۱۵، صـ ۱۴۵ پر ان کے متعلق لکھا ہے کہ حسن بصریؒ۔ ابراھیم نخعیؒ اور مجاھدؒ کبار تابعین میں سے ہیں اور وہ ان کاموں سے لوگوں کو منع کیا کرتے تھے۔

سیوطی کا جو حوالہ دیا ہے، اس کی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن میں تو یہ بھی ہے کہ زرکشی کا قول ہے کہ "جن لوگوں نے ظرف کے اندر قرآن لکھے جانے کے مسئلہ میں تصریح کردی ہے۔ ازانجملہ ایک شخص عماد النّہی ہیں لیکن انہوں نے صاف طور پر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جس ورق میں کوئی آیت لکھی ہو اس کا نگل جانا غیر جائز ہے" (صـ ۴۰۷)۔ پھر سفیان ثوری کا حوالہ دیا ہے۔ یہ باوجود امام اور ثقہ ہونے کے کبھی کبھی تدلیس کرتے تھے۔ تبع تابعین میں سے ہیں۔ (صـ ۶۸)۔ اس کے بعد "قال مصنّف ابن ابی شیبہ باب الرّخصہ فی القرآن ان یکتب لمن سقیٰ" لکھ کر پانی پر دم کرنے کے حوالے دیئے ہیں۔ ان میں ایک "حدّثنا ابوبکر قال حدّثنا علی ابن سھر عن ابی لیلیٰ عن الحکم عن سعید بن جبیر عن ابن عبّاسؓ" ہے۔ اس میں سب سے پہلا راوی ابوبکر ہے۔ "تقریب" میں ابوبکر بن ابی مریم کا ذکر ہے جن کو صاحب تقریب نے ضعیف لکھا ہے (صـ ۲۳)۔ اس میں ایک راوی حکم بھی ہے۔ یہ اصل میں حکیم بن ظہیر الفرازی ہے۔ "تقریب و تہذیب" میں ان کو حکم بن ظہیر الفرازی لکھا گیا ہے۔ یہ تبع تابعین میں ہیں۔ ان پر رفض کا الزام ہے۔



ابن معین نے متہم (بالکذب) لکھا ہے۔ بخاری نے ان کو متروک الحدیث بتایا ہے۔ (صـ ۴۰) اس طرح کی روایات کو قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کے مقابلے میں (محض اپنے موقف کی تائید اور اپنے اکابرین کے دفاع میں) صرف وہی لوگ پیش کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں جنہیں آخرت کی جوابدہی کا کوئی خوف نہ ہو۔

اس کے بعد صفحہ کے آخر تک پانی پلانے یا سر پر ڈالنے کے جتنے حوالجات ہیں ان میں ابوبکر ہے جس کا حال گزر چکا ہے جو ضعیف ہے۔ البتہ ابوبکر کیساتھ اب ہشام بھی ہے۔ ہشام بن زیاد تبع تابعین میں ہے اور بالاتفاق علماء قابلِ اعتماد نہیں۔ تقریب میں اُس کو متروک لکھا گیا ہے۔ (صـ ۱۹۰)۔ سعید بن جبیرؓ پر تعویذ کا الزام لگانا ابوبکر کے ضعف پر اور بھی دلالت کرتا ہے، کیونکہ وکیع کی صحیح روائیت میں آپؓ سے مروی ہے کہ کسی کا تعویذ کاٹنا ایک غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔

دوسرے صفحہ کا آغاز پھر ابوبکر سے ہوتا ہے، اس میں ایک عبد الملک بھی ہے۔ "الھدیۃ المزجاۃ" میں تین عبد الملک ہیں۔ ایک عبد الملک بن عبد العزیز۔ انکو تدلیس کی عادت تھی۔ دوسرے عبد الملک بن عمیر، یہ کبھی کبھی تدلیس و ارسال کرتے تھے۔ آخری عمر میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ تیسرے عبد الملک بن مروان۔ (صـ ۱۱۰-۱۱۱)۔ اسکے بعد ابونعیم ہے جسکے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ حافظ حدیث ہونے کے باوجود شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ (میزان، ج ۳ صـ ۳۵۰)

اس کے بعد پھر مصنّف عبد الرّزاق کے باب العلائق میں ابن جُریج نمودار ہوتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ یہ وہی عبد الملک بن عبد العزیز ہیں جن کا حال اوپر گذر چکا ہے (صـ ۲۹)۔ آخر میں قرطبی (صـ ۳۱۶، ج ۱۰) کی ایک روائیت لائے ہیں:۔

وخرج فی (کتاب المذیح) من حدیث السّیری بن یحییٰ قال حدّثنی معتمر بن سلیمان عن لیث عن ابی سلیم، عن

الحسن عن ابی امامہ عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ۔

پہلے تو تنازعہ اس بات میں ہے کہ یہ کتاب "المذیح" ہے یا "المذبح"۔ اس لئے تو قرطبی لکھ گئے " وَلَمْ نوفق التصوبیہ"۔ پہلے تو کتاب ہی مجہول ہو گئی۔ پھر متن کو دیکھئے کہ اس میں کتنی نکارت ہے۔ کہ " ان تکتب بزعفران او بمشق - یعنی المغرۃ۔" کہ زعفران یا سُرخ مٹی سے لکھا جائے۔ قبل اس کے کہ اس روایت کی سند اور متن پر بات کی جائے ملاحظہ فرمائیے تعویذ کو جائز ماننے والوں کی علمی مہارت، کہ لیث کو لیس لکھتے ہیں۔" او بمشق یعنی المغرۃ " کو او بمشق عن المھرہ لکھتے ہیں۔ دوسروں کو جاہل کہنے والوں کو خود اپنے آپ پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ اب متن کی نکارت ملاحظہ ہو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان کہ اعوذ بکلمٰت اللہ التامہ۔ الخ زعفران یا سُرخ مٹی سے لکھ کر پھر اس کو پانی میں گھول کر اس سے وضو کیا جائے۔ حالانکہ صحیح روائیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اس کو پڑھا کرو۔ آپ کو یہ بات اسی تفسیر قرطبی سے معلوم ہو جائے گی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم تو کیا ایک صحابیؓ یا تابعی تک یہ بات قبول نہیں کرتے کہ ایسا پانی مستعمل ہو جائے یا نجاست میں گر جائے۔ سند کو دیکھئے کتاب بھی مجہول۔ السّیری بن یحییٰ و معتمر بن سلیمان مجہول الحال ہیں۔ حسن ـــ حسن بن ابی جعفر الجعفری تبع تابعین میں سے ہیں۔ گو بڑے عابد و زاہد تھے مگر محدّثین روائیتِ حدیث میں ان کو ضعیف سمجھتے ہیں۔ (ص ۳۸)۔

قرآنی حروف کو گھسنے والوں اور گھول کر پینے پلانے یا سر پر ڈالنے اور وضو کرنے والوں کو اسی تفسیر قرطبی (ص ۱۹-۳۱۸) میں ابراھیم نخعیؒ کی یہ بات نظر نہ آئی۔ "قال النّخعی، اخاف ان یصیبہ بلاء وکانّہ ذھب الی انّہ ما محی بہ القرآن فھو الی ان یعقب بلاء أقرب منہ الی ان یفید شفاء۔" نخعیؒ نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اُسے مصیبت یعنی تکلیف پہنچ جائے۔ جب وہ قرآن کے حروف کو گھستا ہے تو بہ نسبت اس کے کہ اس کو شفاء مل جائے، تکلیف کا پہنچنا



اس کو قریب ہے"۔

کاش کہ یہ اُمت اس بات پر عمل پیرا ہوتی۔

پھر کہتے ہیں " قال مالك: لا بأس بتعليق الكتب التي فيها أسماء الله على أعناق المرضى على وجه التّبرك بها إذالمريد معلّقها بتعليقها مدافعة العينِ۔ اب اس میں سہواً یا قصداً انہوں نے حرف "لم" نہیں لکھا؟

یہ بات اللہ ہی جانتا ہے اور یہ معاملہ اُسی کے حوالے ہے۔ عالم الغیب صرف وہی ہے۔ یہ کونسا مالک ہے۔ یہ امام مالکؒ یا جو بھی ہو، ان کی یہ بات ہمارے لئے مضر نہیں اور مجوّزین کے لئے نفع بخش نہیں۔ انہوں نے تبرکاً تعلیق کا لکھا ہے جو سلف صالحین، کسی سے ثابت نہیں۔ دفع نظر، بیماری کے لئے انہوں نے بھی ممانعت کر دی۔ کیونکہ تمیمہ (تعویذ) کا مقصد ہی دفع نظر یا بیماری سے بچنے کا ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے کہا ہے " اذا لم یرد معلّقها بتعلیقها مدافعة العین" جب لٹکانے والا دفع نظر کیلئے لٹکانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ لیکن جب ارادہ یہی ہو کہ اس سے بیماری دُور ہو جائے یا نظر لگنے سے بچ جائے تو صاف منع کر دیا۔ اس طرح اس سے بھی حدیث کا مطلب واضح ہو گیا کہ تعویذ لٹکانا شرک ہے۔ اور اس کو تعویذ کہتے ہی اس لئے ہیں کہ اس سے بیماری اور تکالیف سے پناہ حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔

اس کے بعد ایک بار پھر " زاد المعاد" کے حوالے سے " ابو قلابہ" کو لائے ہیں جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ ناصبیوں میں تھا (ص ۱۵۲) اور سب سے آخر میں محمّد بن اسحاق کی روائیت، جس پر بجائے اس کے کہ میں کچھ کہوں تعویذ کے قائلین کو چاہیئے کہ اپنی جماعت کی کتاب " تسکین الخاطر" کا مطالعہ کریں تاکہ انہیں کچھ سکون حاصل ہو۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ ۱، اسکی

سند پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے۔ (ص ۱۳۳-۱۳۲)۔

سطورِ بالا میں تعویذ کے جواز پر ایمان رکھنے والوں کے جملہ حوالہ جات پر روشنی ڈال کر یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان کے اس باطل دعوے کی کوئی جڑ بنیاد نہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات سے اس کے جواز کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ وہ اس کا رد پیش کرتی ہیں۔

اب تمیمہ کس کو کہتے ہیں؟ اس پر بات ہوگی۔ مخالفین اگر ضد اور ذاتی انا کو چھوڑ دیں تو ان پر اپنا جہل واضح ہو جائے گا کہ "تعویذ" تمیمہ کا فرد ہے، اُس سے جدا نہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تفسیر "قرطبی" ہی کو دیکھئے جس سے مولوی عبدالسلام صاحب نے حوالہ جات کے انبار لگائے ہیں۔ تفسیر قرطبی (جلد ۱۰، ص ۳۲۰) قال الجلیل ابن أحمد: التمیمة قلادة فیها عُوَذ۔ "تمیمہ کوئی ہار (پٹی) یا لڑی وغیرہ ہوتا ہے جس میں تعویذ ہوں"۔ یہ بھی معلوم ہو کہ عُوذہ ج عُوَذ ہے جو تعویذ کہلاتا ہے۔ پھر لکھا ہے والودعة خرز (دانے، منکے)۔ دیکھ لیا، جہال بلا علم کون ہے؟

اور ملاحظہ فرمائیے، کمال تو یہ ہے کہ خود بھی مرقاۃ کا حوالہ دیتے ہیں کہ "والتمائم جمع تمیمة وهی التعویذ التی تعلق علی الصبی۔ کہ "تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور یہ وہ تعویذ ہے جو بچے کو باندھا (لٹکایا) جاتا ہے"۔ عجیب معاملہ ہے، ایک طرف تو مرقاۃ کی بات خود تسلیم کرتے ہیں لیکن دوسری طرف مخالفت برائے مخالفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے بارے میں لکھتے ہیں، "فانهم جهال بلا علم لا یعلمون الفرق بین التمیمة والتعویذ" کہ "یہ جاہل ہیں، تمیمہ اور تعویذ کے درمیان فرق نہیں جانتے"۔ صاحبِ مرقاۃ نے بات واضح کر دی کہ تمیمہ تعویذ کو کہا جاتا ہے۔ ہاں! ہم کہتے ہیں کہ تمیمة تامٌّ سے ہے۔ اسم نکرہ ہے۔ اس لئے اس پر ہر اس چیز کا اطلاق ہوگا جو اس غرض سے لٹکائی جائے کہ اس سے میری غرض پوری ہو جائے گی یا بیماری۔ نظر۔ تکلیف رفع



ہو جائے گی۔ اسی لئے اس کو تمیمة کہا جاتا ہے۔ اور یہ قرآنی و غیر قرآنی تعویذ۔ دانوں۔ منکوں۔ خرزات اور گنڈوں میں سے کسی ایک چیز کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ تمام اشیاء اس کے افراد ہیں اور یہ اسم ان سب اشیاء کو شامل ہے۔ یہ اسم جامد نہیں کہ کسی ایک چیز پر جمود (ٹھہراؤ) کرے بلکہ مشتق ہے اس لئے اس میں تخصیص نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: "کانوا یکرھون التمائم کلها من القراٰن وغیر القراٰن"۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام تعویذات کو ناجائز سمجھتے تھے، چاہے قرآنی تعویذات ہوں یا غیر قرآنی۔ اَب دیکھنا یہ ہے کہ "شیخ القرآن" صاحب ابراھیم نخعیؒ کے بارے میں (جنہوں نے جملہ تعویذات کو تمائم کہا ہے) کیا خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا شمار جاہلوں میں ہوتا ہے یا علماء میں؟

یہاں تعویذات پر عقیدہ رکھنے والے ہم سے لفظ کراہت پر بھی مخالفت کریں گے کہ "یکرھون" کا لفظ آیا ہے، اس لئے تعویذات مکروہ ہیں۔ اس کا جواب ہم "قرّۃُ عیون الموحدین" (شرح کتاب التوحید، تالیف شیخ عبدالرحمٰن بن حسن) کے حوالے سے دیتے ہیں۔ علقمہ، اسود، حارث، ابو وائل، عبیدہ السلمانی، مسروق، ربیع، ابن خثیم، سوید بن غفلہ رحمہم اللہ، جو عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھی اور عظیم المرتبت تابعین میں سے تھے، لفظ کراہت کا اطلاق حرام اشیاء پر بھی کرتے تھے۔ (ص ۱۶۷)۔ ان کا موقف اس سلسلے میں بلاشبہ درست تھا۔ کیونکہ قرآن کریم کے علاوہ تعویذات کی حرمت

پر تو کوئی شبہ نہیں ہے۔ رہا قرآن کریم کی آیات سے تعویذ کا معاملہ تو اس کی نفی تین وجوہ کی بنا پر ہے:

(۱) نفی کی عمومیت میں قرآن کریم بھی شامل ہے۔

(۲) آیاتِ قرآنیہ سے تعویذ، غیر قرآن سے تعویذ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ جس سے غیر قرآن سے تعویذ کے عدم انکار تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔

(۳) آیاتِ قرآنیہ کے تعویذ پہننے سے قرآن کریم کی اہانت اور اس کی بے ادبی کا اندیشہ ہے۔ اور وہ یوں کہ انسان تعویذ پہن کر لا محالہ بیت الخلاء اور دوسرے ناپاک مقامات پر ضرور جائے گا جس سے قرآنی آیات کی اہانت اور بے ادبی ہونا لازمی امر ہے، جو فعل حرام ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے تمائم کے معنی خرزات یعنی منکے، دانے وغیرہ لئے ہیں وہ بھی صحیح ہیں لیکن تمائم میں قرآنی تعویذات بھی شامل ہیں، جس طرح مندرجہ بالا ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت ہوا۔ تمیمۃ بمعنی تعویذ کے اور بھی بہت دلائل ہیں، لیکن خیر الکلام ماقلّ ودلّ۔ اور یہ بھی اصول ہے "العبرۃ للقوۃ لا للکثرۃ"۔ "اعتبار قوت (وزن) کو ہے کثرت کو نہیں"۔ چنانچہ اگر قرآن کی ایک دلیل کے مقابلے میں لاتعداد اقوال ہوں تو بیکار۔ اسی طرح ایک صحیح حدیث کے مقابلے میں بے شمار باتیں ہوں تو ہیچ۔ اسی طرح ایک صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول کے خلاف کچھ آتا ہے تو وہ بھی عبث۔ صحابہؓ وتابعینؒ تمیمۃ کے معنی میں قرآنی وغیر قرآنی سب تعویذات کو شامل کرتے تھے، ہمارے لئے یہی کافی ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ" (جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا)۔



سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں: "جو شخص کسی کے گلے سے تعویذ وغیرہ کاٹ دے، اُس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا (رواہ وکیع) عن عبد الله بن عکیم مرفوعاً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بازو یا گلے میں کوئی تعویذ یا دھاگہ لٹکاتا ہے۔ تو اس کی ذمہ داری اُسی تعویذ یا دھاگے کے سپرد کر دی جاتی ہے (ص ۱۶۲-۱۶۶)۔

اس لئے ہم ہر قسم کے تعویذ کو حرام سمجھتے ہیں، جس کا لٹکانا یا بازو پر باندھنا شرک ہے۔ یہ سارا کاروبار شیعوں کی ایجاد ہے۔ ہاں اِسلام میں صرف "دم" جائز ہے۔ "لا بأس بالرّقی مالم یکن فیہ شرك" جن دموں میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں انکی رخصت ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (الانعام، آیة: ۸۲) "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی، انہی کیلئے امن ہے اور وہی راہِ راست پر ہیں"۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ: کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحیدِ خالص کو پھیلانے میں ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو۔ اور کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابۂ کرامؓ کے نقوشِ قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لئے ہمارے ہمسفر بنیں۔ اور اللہ سے ابدی اور سرمدی نعمتوں کے طلبگار بنیں؟


شائع کردہ:

مسجد توحید تور ڈھیر

تحصیل صوابی ضلع مردان، صوبہ سرحد

# ضمیمہ

عذابِ قبر کا دراصل منکر کون ہے؟ اس تفصیل میں جائے بغیر (نہ اسکی یہاں گنجائش ہے) صرف ان کے اِس الزام کو اگر حقائق کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے تو اِن کے صریح جھوٹ اور دوغلے پن کی قلعی کھل جاتی ہے۔

**الحمدللہ!** ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں "عذابِ قبر" پر ایک مستقل کتابچہ لکھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کی اور اس کے سرِ عنوان "عَذَابُ قَبْرٍ حَقٌّ" (حدیث بخاری) نقل کر کے عذاب قبر پر اپنے یقین کا واشگاف اعلان کیا ہے، وہاں پر ساتھ ہی ساتھ اُن تقدس کی چادر میں لپٹے ہوئے پردہ نشینوں کے چہرے سے بھی نقاب اُٹھائی ہے، جنہوں نے اسی دنیاوی قبر (زمینی گڑھے) میں سوال وجواب اور عذاب کا شاخسانہ کھڑا کیا اور قرآن وحدیث کے واضح مؤقف کے خلاف، مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ہی ان دُنیاوی جسموں میں رُوح کے لوٹائے جانے کا عقیدہ ایجاد کر کے سب مُردوں کو انہی قبروں میں زندہ کرایا اور اس طرح قبر پرستی کے شرک کیلئے بنیاد فراہم کی۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے: "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝" کہ ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک آڑ (برزخ) حائل ہے دوبارہ اٹھائے جانے والے دن (یعنی قیامت) تک۔ (المؤمنون: ۱۰۰)۔ "ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝" پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آکے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اُٹھائے جاؤ گے"۔ (المؤمنون: ۱۵، ۱۶)۔ گویا موت کے بعد سے قیامت تک برزخ کا دور ہے اور مرنے کے بعد صرف قیامت کے دِن ہی مُردوں کو زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔ نیز اس دوران (مرنے کے بعد قیامت سے پہلے) عذاب یا راحت کا معاملہ بہرحال اس دُنیاوی جسم کے ساتھ نہیں بلکہ رُوح کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آلِ فرعون کی مثال دیکر واضح کیا گیا ہے۔ "اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝" کہ "دوزخ کی آگ ہے جس پر وُہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون



کو شدید تر عذاب میں داخل کرو"۔ (المؤمن: ۶۵، ۶۶)۔ حالانکہ آلِ فرعون کے جسم یہاں دُنیا میں ہیں۔ پھر مالک اپنی کتاب میں اعلان فرماتا ہے کہ ہر مرنے والے انسان کو قبر دی جاتی ہے۔ "ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝" "پھر اُسے موت دی اور قبر عطا فرمائی" (عبس: ۲۱)، جبکہ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ مرنے والے (مختلف اقوام کے) انسانوں کی بھاری تعداد اس دُنیاوی قبر سے محروم رہتی ہے۔ ان کے جسموں کو جلا دیا جاتا ہے وغیرہ۔ حدیث رسُول صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن میں بیان کی گئی ان باتوں کی مزید تصدیق اور تشریح کرتی ہے۔ چنانچہ صحیح ترین اور متفق علیہ کتبِ حدیث کی متفق علیہ روائیت میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت (کے جنازے) پر سے گذرے، جس کے گھر والے اُس پر رو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا" کہ یہ اِس پر (یہاں) رو رہے ہیں اور وہاں قبر میں اس پر عذاب ہو رہا ہے۔" (بخاری ومسلم: کتاب الجنائز)۔ حالانکہ یہودی عورت کا جنازہ ابھی قبر میں داخل بھی نہیں کیا گیا تھا۔ ثابت ہوا کہ "عذاب قبر" برزخ میں ہوتا ہے نہ کہ اس زمینی قبر میں۔ ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی اِسی، قرآن وحدیث سے ثابت شدہ "عذاب قبر" پر یقین رکھتے ہیں جو عالمِ برزخ کا معاملہ ہے۔

اس کے برعکس قبر پرستی کے شوقین ہیں کہ اِسی قبر میں سوال وجواب اور اسی جسم کے ساتھ "عذاب قبر" کے قائل ہیں۔ ان کے اِس کفر وشرک کے پیچھے ان کے اکابرین کا وہی "ردِّ روح فی الاجساد" (دنیاوی جسموں میں روح کے لوٹائے جانے) کا عقیدہ کارفرما ہے (جس کی ابتدا احمد بن حنبل سے ہوئی) جس کا کوئی ثبوت قرآن وصحیح حدیث سے نہیں ملتا۔

یہاں "عذاب قبر" کے ضمن میں قرآن وحدیث کے حوالے سے مذکورہ بالا تفصیل کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ دیگر قبر پرستوں کی تائید میں "شیخ القرآن" مولوی عبدالسلام صاحب کے اِس الزام کی حقیقت پڑھنے والوں پر واضح ہو جائے کہ "ڈاکٹر عثمانی اور اس کے ساتھی عذابِ قبر کے منکر ہیں"۔ دراصل مولوی عبدالسلام صاحب نے یہ جھوٹا الزام لگا کر جہاں خود اپنے بارے میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ اعادۂ روح کے قائل ہیں (حالانکہ اپنے شاگرد سے بات چیت کے آغاز میں انہوں نے اس کا انکار کیا تھا)، وہاں جوشِ خطابت میں انہیں اس کا بھی خیال نہ رہا کہ ان کے اکابرین (اشاعت التوحید والسنۃ والوں) کے استاد مولوی

حسین علی صاحب (المتوفیٰ) کا مؤقف بھی "عذاب قبر" کے سلسلے میں وہی ہے جو ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔

ملاحظہ ہو مولوی حسین علی صاحب (واں بچراں والے) کے تفسیری حاشیے سے ماخوذ درج ذیل عبارت :۔

"حق یہ ہے کہ یہ سوال (منکر نکیر کا) عالمِ برزخ میں ہوتا ہے اور قبر، عالمِ برزخ ہی سے کنایہ ہے اور اس سے یہ معروف گڑھا مراد نہیں ورنہ بہت سی احادیث صحیحہ کا کوئی معنی ہی نہیں بن سکے گا مثلاً مومن کی قبر کا ستر گز فراخ ہونا اور کافر کی قبر کا تنگ ہونا۔ حالانکہ اِس ظاہری قبر میں کوئی فراخی یا تنگی نہیں ہوتی۔ نیز مجرموں کو قبروں میں ایسے زہریلے سانپ کاٹتے ہیں کہ اگر وہ ایک سانس دُنیا میں نکالیں تو زمین پر کوئی سبزہ پیدا نہ ہو سکے۔ حالانکہ جہاں ہندو اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں وہاں قریب ہی اچھی اچھی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوال صرف رُوح سے ہوتا ہے اور وہ بھی عالمِ برزخ میں نہ اس متعارف قبر اور گڑھے میں"۔

(بحوالہ "قرآن مجید مترجم، ترجمہ مکمل، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مع مختصر فوائد از رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی۔ کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راولپنڈی")

اس کے علاوہ اشاعت التوحید والسنہ کے ایسے اور بھی حوالہ جات پیش کئے جا سکتے ہیں مثلاً "شیوخ القرآن" غلام اللہ خان صاحب و محمد طاہر صاحب پنجپیری۔ لیکن جس طرح یہ اشاعت التوحید کے اکابرین اور ان کے استاد، اپنے دیوبند کے اکابرین کے قرآن وحدیث کے برخلاف، عقائد کا رد کر کے ایمان خالص کے اظہار کی جرأت نہ کر سکے وہاں ان کے نام نہاد پیروکار مولوی عبدالسلام صاحب سے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ مولوی حسین علی صاحب کو بھی عذاب قبر کا منکر قرار دے سکیں۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے۔